اچھّی سچّی

اور

مزیدار باتیں

مائل خیرآبادی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اچھی سچّی

اور

مزیدار باتیں

مزے دار باتیں تو آپ سمجھتے ہیں یعنی ایسی باتیں جن کو سن کر مزہ آئے۔ جیسے کوئی چٹکلے کی بات ہو یا کوئی ایسی بات ہو جس کو سن کر دل خوش ہو یا کوئی ایسا لطیفہ جسے سن کر لوگ مسکرا دیں۔ ایسی ہی باتیں مزیدار ہوتی ہیں۔ مزے دار باتیں اچھی بھی ہوتی ہیں اور بری بھی۔ اور بھائی سچی بات تو یہ ہے کہ بہت سے لوگ بات کو مزے دار بنانے کے لیے خوب نمک مرچ لگاتے ہیں۔ نمک مرچ لگانے کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹ بولتے ہیں۔ بُرے لوگوں کو جھوٹی باتوں میں بڑا مزہ آتا ہے لیکن یہ مزے دار باتیں اچھی باتیں کبھی بھی نہیں ہو سکتیں۔ اچھی باتیں وہ ہوتی ہیں جن میں جھوٹ نہ ہو۔ ایسی باتیں جو گالی گلوچ سے پاک ہوں۔ ایسی باتیں جن میں کوئی نصیحت ہو۔ ایسی باتیں جن سے کسی کا دل نہ دکھے۔ یہ اور ایسی ہی باتیں اچھی کہلائی جاتی ہیں۔ اس کتاب میں کچھ ایسی باتیں جمع

کی گئی ہیں، جو اچھی بھی ہیں اور مزے دار بھی اور ساری کی ساری سچی بھی ہیں۔ اور ان کے شائع کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ انھیں پڑھ کر صرف مزا ہی نہ لیں بلکہ آپ ان سے نصیحت حاصل کریں۔ خدا آپ کی مدد کرے۔

مائل خیرآبادی

بڑا کون ؟

ایک تھے پیارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلم کے پیارے چچا۔ ان کا نام تھا حضرت عباس رضی اللہ عنہ۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بڑے مہذب تھے۔ بات کرتے تو اس طرح کہ کسی دوسرے کا دل نہ دُکھے، دوسرے کی بڑائی میں فرق نہ آئے۔ ایک بار بڑا مزہ آیا۔ ایک صاحب نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ بڑے ہیں یا پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ؟

سوال سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ مسکرائے۔ آپ سمجھے! کیوں مسکرائے ؟ بات یہ تھی کہ حضرت عباس رضؓ عمر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے تھے لیکن مرتبے میں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سارے لوگوں سے بڑے ہیں۔ حضرت عباس رضؓ نے اس سوال کا جواب دیا تو سارے لوگ خوش ہوگئے اور سب کو بڑا مزہ آیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا کہ :

"سنو بھئی، بڑے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن پیدا پہلے میں ہوا تھا"

دیکھا آپ نے! کیسا اچھا جواب دیا۔ کیسا مزے دار جواب ہے یہ اور بالکل سچ۔

ہم سب وضو کرلیں

ایک دن کی بات ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے۔ آپؐ کے پاس پیارے صحابہ رضؓ بیٹھے تھے۔ ان میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ باتیں ہو رہی تھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بدبو محسوس ہوئی۔ آپؐ سمجھ گئے کہ کسی کی ریاح خارج ہوگئی۔

آپؐ نے فرمایا "جس کی ریاح خارج ہو گئی ہے اسے چاہیے کہ اٹھ کر وضو کرے"۔
آپؐ کے فرمانے پر کوئی نہ اٹھا۔ بات یہ تھی کہ جن صاحب کی ریاح خارج ہو گئی تھی وہ شرم کے مارے نہ اٹھے۔ اچھا وہ نہیں تو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی بات فرمائی۔ وہ بے چارے پھر نہ اٹھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ شرم کے مارے وہ صاحب نہیں اٹھ رہے ہیں کہ لوگ جان جائیں گے۔ اچھا تو اب دیکھیے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کیسی مزے دار اور مہذب بات کہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بھی مان لیا جائے اور بات ڈھکی کی ڈھکی رہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضورؐ سے کہا:
"اگر آپؐ فرمائیں تو ہم سب وضو کیوں نہ کر لیں؟"
حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اس بات پر حضورؐ اور سارے صحابہؓ خوش ہو گئے۔ حضورؐ نے یہ بات پسند فرمائی اور اس میں سب کو مزہ بھی آیا۔ اور سنیے:

اونٹنی کا بچہ

ایک بار ایک شخص نے آپؐ سے اونٹ مانگا۔ آپ نے کہا "میں تم کو اونٹنی کا بچہ دوں گا" اس شخص نے کہا "یا رسول اللہ! میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا۔ مجھے تو اس پر بوجھ لادنا ہے"۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا "اونٹ بھی تو اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے"۔
یہ سن کر سننے والے مسکرانے لگے۔ سب کو بڑا مزہ آیا۔ بات سچی بھی اور مزیدار بھی۔
پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی مزیدار بات فرماتے تھے تو وہ ایسی ہی ہوتی تھی۔

آنکھوں کی سفیدی

ایک دن ایک عورت آپؐ کے پاس آئی۔ آپؐ نے اس سے کہا "جلدی گھر جا اور دیکھ! تیرے شوہر کی آنکھوں میں سفیدی ہے"۔

یہ سن کر وہ عورت دوڑی دوڑی گھر گئی اور شوہر کی آنکھیں دیکھنے لگی "اس نے کہا" کیا دیکھتی ہو؟"

عورت نے بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے۔ شوہر سن کر مسکرا دیا اور بولا "پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا" دیکھ میری آنکھوں میں سیاہی کے آس پاس سفیدی ہے کہ نہیں"۔

اب وہ بھولی عورت سمجھی۔ پھر بہت خوش ہوئی۔ وہ اس مزے دار بات کو بڑے فخر کے ساتھ دوسروں کو سنایا کرتی تھی۔

روشنی والو!

ایک رات کی بات ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ گشت کو نکلے۔ آپ سمجھے کیوں گشت کو نکلے۔ بات یہ تھی کہ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے خلیفہ تھے۔ سارے اسلامی کاموں کی دیکھ بھال انہی کے ذمے تھی۔ آپ روزانہ رات کو گشت کو نکلا کرتے تھے کہ کہیں کوئی بُری بات تو چوری چھپے نہیں ہو رہی ہے۔

اچھا تو نکلے۔ ایک جگہ آگ جلتی دیکھی اور اس کے آس پاس کچھ لوگوں کو بیٹھے

دیکھا، آپ نے ان کو پکارا "اے روشنی والو!" ان لوگوں نے سنا تو، مگر نہ سمجھے۔ حضرت عمرؓ نے پھر پکارا "اے روشنی والو!" وہ پھر نہ سمجھے کہ انہی کو پکارا جا رہا ہے تو حضرت عمرؓ ان کے پاس گئے اور پوچھا کہ "بولے کیوں نہیں؟"

انھوں نے جواب دیا کہ "آپنے تو روشنی والوں کو پکارا تھا ہم تو آگ کے پاس بیٹھے ہیں۔"

یہ سنا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ "مجھے یہ پسند نہیں کہ تم کو "آگ والے" کہہ کر پکارتا کیونکہ قرآن میں جہنمی لوگوں کو کہا گیا ہے "یا اہل النار" یعنی اے آگ والو!"

یہ سنا تو لوگ دنگ رہ گئے کہ حضرت عمرؓ کیسے مہذب آدمی ہیں۔

کہاں چلے؟

مسلمان مجاہدوں میں ایک بہت مشہور مجاہد ہوئے ہیں۔ ان کا نام ہے "عمرو بن معدی کرب"۔ یہ بہت بہادر تھے۔ ایک ہزار سواروں کے برابر مانے جاتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تھے۔ ایک بار مسلمان ایک کافر بادشاہ سے لڑ رہے تھے۔ بادشاہ کی فوج بہت تھی اور مسلمان کم تھے۔ مسلم فوج کے سپہ سالار نے خلیفہ کو لکھا کہ دو ہزار سوار جلد مدد کے لیے بھیجیے۔ حضرت عمرؓ نے دو مجاہد بھیجے۔ ایک طلیحہ دوسرے یہی عمرو بن معدی کرب ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات بھی مزے کی ہے لیکن اس سے زیادہ مزے دار بات آگے سنیے۔ ایک دن عمرو بن معدی کرب ایک کافر سے لڑ رہے تھے۔ کافر نے دیکھا کہ یہ مسلمان مجاہد تگڑا پڑ رہا ہے تو اپنے بچاؤ کی تدبیر سوچنے لگا۔ اس نے اپنے کو ایک گڑھے میں گرا دیا۔ یہ دیکھ کر عمرو بن معدی کرب نے ہاتھ روک لیا۔ ان کی عادت تھی کہ جب کوئی مجبور ہو جاتا تو رک جاتے تھے۔ یہ ان

کی بہادری تھی۔ انھوں نے کہا "گڑھے سے نکل، گھوڑے پر سوار ہو اور مقابلہ کر۔"

اس نے کہا "میں ایک شرط سے نکلوں گا۔"

پوچھا "کیا؟"

بولا "شرط یہ ہے کہ جب تک میں گھوڑے پر سوار نہ ہو جاؤں اور ہتھیار سنبھال نہ لوں اس وقت تک آپ مجھ پر وار نہیں کریں گے۔"

عمرو بن معدی کرب نے وعدہ کر لیا۔ اب وہ کافر گڑھے سے نکلا، اس نے ہتھیار پھینک دیے، اپنے گھوڑے کی لگام پکڑی اور پیدل چل دیا۔ یہ دیکھا تو عمرو بن معدی کرب بولے "کہاں چلے؟" جواب دیا "گھر کو۔"

پھر پوچھا "کیوں؟"

جواب دیا "جان بچانے۔ اب آپ مجھے قتل نہیں کر سکتے۔ نہ میں ہتھیار سنبھالوں گا اور نہ گھوڑے پر سوار ہوں گا۔"

وہ کافر مسکراتا اور مڑ مڑ کر دیکھتا ایک طرف چل دیا اور عمرو بن معدی کرب ہکا بکا اسے دیکھا کیے۔ وعدہ کر چکے نا۔ اس لیے اب کیا کریں۔ اسلام میں وعدے کو پورا کرنے کا حکم ہے۔ جب وہ چلا گیا تو خوب ہنسے اور اس کی بات کا مزہ لیا۔

ہُرمُزان کی چالاکی

حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایرانیوں سے بڑی سخت جنگ لڑنی پڑی تھی۔ ایک ایرانی تھا ہُرمُزان بڑا شریر تھا۔ حضرت عمرؓ نے دل میں ٹھان لیا تھا کہ ہُرمُزان قید ہو کر آیا تو اسے ضرور قتل کر دیں گے۔

اب دیکھیے خدا کی قدرت۔ مسلمان مجاہدوں نے ہُرمُزان کو قید کر کے خلیفہ کی

خدمت میں بھیجا۔ ہُرمُزان بڑا سمجھ دار اور چالاک تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ میری شرارتوں پر حضرت عمرؓ ضرور قتل کر دیں گے۔ وہ راستہ بھر اپنے بچنے کی ترکیب سوچتا رہا۔ آخر ایک ترکیب سوچ ہی لی۔

جیسے ہی وہ حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوا تو اس کے قتل کا حکم دے دیا گیا۔ ہُرمُزان نے کہا "مجھے پیاس لگی ہے، قتل سے پہلے پانی پلا دو"۔

حضرت عمرؓ نے اس کے لیے پانی منگایا۔ ایک پیالے میں بھر کر اسے پانی دیا۔ اس نے پانی لیا اور کہا" یہ وعدہ کیجئے کہ جب تک میں یہ پانی پی نہ لوں آپ مجھے قتل نہ کریں"۔ حضرت عمرؓ نے وعدہ کر لیا۔

وعدہ ہوتے ہی اس نے وہ پانی زمین پر پھینک دیا اور بولا" اب آپ مجھے قتل نہیں کر سکتے کیونکہ جس پانی کے لیے وعدہ ہوا تھا وہ اب ہے کہاں ؟"

یہ سنا تو کئی صحابہؓ حضرت انسؓ، حضرت زبیرؓ اور ابو سعیدؓ وغیرہ نے اس کی طرفداری کی کہ "سچ سچ آپ نے یہ وعدہ کیا تھا۔ آپ وعدہ کے خلاف نہیں کر سکتے"۔

حضرت عمرؓ ہُرمُزان کی چالاکی پر دنگ رہ گئے اور اسے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد ہُرمُزان مسلمان ہو گیا۔

مزے دار سچ

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے خلیفہ ہوئے۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں حضرت عمرو ابن العاصؓ مصر کے گورنر تھے۔ حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ نہایت سمجھدار آدمی تھے۔ ان

کی سمجھ کی تعریف پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے۔

حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کا قاعدہ تھا کہ اگر کسی سے خفا ہوتے اور وہ ان سے کچھ پوچھتا تو ایسا جواب دیتے کہ سننے والا دنگ رہ جاتا۔ وہ جواب کچھ چاہتا لیکن یہ جواب دیتے کچھ۔ مگر حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کا جواب سچ ہی ہوتا تھا۔ ایسا ایک مزے دار سچ سنیے :۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک بار ان کو مصر کی گورنری سے ہٹا دیا اور مدینے بلا لیا۔ اس بات سے حضرت عمرو ابن العاص کو رنج ہوا۔ مگر خلیفہ کا حکم ماننا ضروری تھا اس لیے مصر چھوڑ کر مدینے آ گئے۔ مدینے آ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملے۔ اس وقت حضرت عمرو ابن العاص رضؓ جبّہ (لمبا لباس) پہنے ہوئے تھے اور اس میں روئی پڑی ہوئی تھی۔ حضرت عثمان رضؓ بھی سمجھ رہے تھے کہ مصر چھوڑنے کا ان کو رنج ہے۔ خلیفہ نے ان کا دل بہلانا چاہا۔ پوچھا "عمرو ابن العاص! اس جُبّے میں کیا ہے؟" اس سوال کا جواب عمرو ابن العاص رضؓ نے جھٹ سے یہ دیا کہ "اس میں عمرو ابن العاص رضؓ ہے"۔

یہ جواب سن کر حضرت عثمان رضؓ ہنس پڑے۔ دوسرے لوگوں نے سنا تو انہیں بھی مزہ آ گیا۔ لوگوں نے کہا کیسا مزے دار اور سچّا جواب ہے۔

ایک بھائی

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی تھے۔ وہ بڑے ہی سمجھدار اور سوجھ بوجھ والے تھے۔ مشہور تھا کہ کوئی کیسا ہی چالاک ہو حضرت معاویہ رضؓ کو دھوکا نہیں دے سکتا اور نہ ٹھگ سکتا ہے۔ آگے چل کر حضرت معاویہ رضؓ مسلمانوں کے خلیفہ بھی ہو گئے تھے۔ وہ بہت سخی آدمی تھے اور غصّہ کو پی

جاننے والے بزرگ تھے۔ اب آگے ان کی ایک مزے دار بات سنیے :۔

ایک آدمی تھا وہ بڑا چالاک تھا۔ اس نے سنا کہ حضرت معاویہؓ بڑی سخاوت کرتے ہیں۔ ان سے جو کوئی سوال کرتا ہے تو وہ ضرور دیتے ہیں۔ خیر خیرات بھی خوب کرتے ہیں، یہ سنا تو اس آدمی نے سوچا، اگر ان سے کوئی رشتہ ناطہ جوڑا جائے تو معاویہؓ بہت زیادہ دیں گے۔ اس نے اپنی چالاکی سے ایک رشتہ ڈھونڈ نکالا۔ حضرت معاویہؓ کے پاس گیا اور کہا "میں آپ کا بھائی ہوں۔ میں اور آپ دونوں ایک باپ اور ماں کی اولاد ہیں"۔

حضرت معاویہؓ نے اسے نہیں پہچانا۔ پوچھا "بھائی! میں نے تم کو پہچانا نہیں کچھ اتہ پتہ بتاؤ"۔

اس نے کہا "دیکھیے سارے انسان ایک آدم اور حوّا کی اولاد ہیں، اس رشتے سے میں آپ کا بھائی ہوں کہ نہیں؟"

یہ سنا تو حضرت معاویہؓ نے فرمایا "بے شک تم میرے بھائی ہو، اچھا بیٹھو"۔ وہ آدمی بیٹھا پھر بولا "اے معاویہ! بھائی کا حق دو۔ میں بہت غریب آدمی ہوں"۔

حضرت معاویہؓ مسکرائے، سمجھ گئے کہ اس طرح چالاکی سے یہ شخص کچھ لینا چاہتا ہے۔ اب انھوں نے بڑے مزے کی بات کی۔ حکم دیا کہ میرے اس بھائی کو ایک درہم (قریب قریب پچیس نئے پیسے) دے دیے جائیں۔ یہ حکم سنا تو وہ چالاک آدمی بولا "بس۔ بھائی کا اتنا ہی حق نکلا؟"

حضرت معاویہؓ نے جواب دیا "بھائی! ایک درہم بھی بہت ہے، لے لو، حساب لگا کر دوں گا تو تم جانتے ہو کہ جس رشتے سے تم بھائی بن کر آئے ہو اس رشتے سے تو ساری دنیا کے انسان میرے بھائی ہیں۔ میری جائداد برابر سب میں بانٹی جائے گی تو کروڑوں آدمیوں میں کوڑی بھی نہ آئے گی"۔

یہ سن کر وہ آدمی اپنا سامنہ لے کر رہ گیا اور ایک ہی درہم لے کر چلا گیا اور چاروں طرف کہتا پھرا کہ سچ مچ معاویہؓ کو کوئی ٹھگ نہیں سکتا اور نہ دھوکا دے سکتا ہے۔

لین دین

حضرت معاویہؓ کے ایک دوست تھے حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ۔ ایک دن باتوں باتوں میں حضرت معاویہؓ نے ابن عامرؓ سے کہا "میں تم سے کچھ کہوں گا کیا تم مان لوگے؟"

ابن عامرؓ نے کہا "ضرور مانوں گا لیکن میں بھی تم سے کچھ کہوں گا کیا تم بھی مانوگے؟" حضرت معاویہؓ نے بھی اقرار کر لیا۔

قول قرار ہونے کے بعد حضرت معاویہؓ نے ابن عامرؓ سے کہا: "تم اپنے سارے مکان، ساری زمین اور ساری جائداد مجھے دے دو۔" ابن عامرؓ نے کہا "دے دی"۔

اب معاویہؓ نے پوچھا "اب تم اپنی کہو۔" ابن عامر نے کہا "جو کچھ میں نے تم کو دیا ہے وہ سب واپس کر دو۔" معاویہؓ یہ سن کر ہنس پڑے اور انھیں واپس کرنا پڑا۔ اس کے بعد دونوں ہنسے۔ ہے ہی ہنسی کی بات مگر مزے دار اور مہذب۔

سمجھدار غلام

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے نواسے تھے۔ آپ کے والد صاحب کا نام حضرت علی رضی اللہ عنہ اور والدہ صاحبہ

کانام حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تھا۔

ایک دن حضرت حسین رضی اللہ عنہ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے اتنے میں آپ کا غلام ثریدؔ[1] لایا۔ غلام نے ثرید کا پیالہ دسترخوان پر رکھنا چاہا تو کچھ شوربہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اوپر گر گیا۔ آپ نے غلام کو دیکھا، غلام ڈرا مگر تھا سمجھدار۔ جانتا تھا کہ اگر اس وقت خدا اور خدا کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام لے لوں تو امام صاحب کچھ نہ کہیں گے اس نے کہا "قرآن میں ہے کہ اللہ کے نیک بندے غصے کو پی جانے والے ہوتے ہیں"۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "میں نے غصے کو پی لیا"۔

غلام نے کہا "اس کے بعد ہے کہ اللہ کے نیک بندے لوگوں کو معاف بھی کر دیتے ہیں"۔

حضرت امام حسین رضؓ نے فرمایا "میں نے تجھے معاف کیا"۔

غلام نے پھر کہا "اس کے بعد ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ط یعنی اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے"۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اچھا جا، میں نے تجھ کو آزاد کیا"۔

غلام بہت خوش ہوا اور دعا دیتا چلا گیا کہ اللہ آپ کو اپنے محسن بندوں میں شامل کرے۔

قاتل نہیں محسن

حجاج ایک بڑا ہی زبردست حاکم ہوا ہے۔ وہ بڑا غصہ ور اور ضدی بھی تھا۔ وہ ظالم بھی مشہور ہے لیکن جب کسی نے کوئی مہذب اور مزے دار بات اس سے کہی

---

[1] شوربے میں روٹی کے ٹکڑے کو توڑ کر بھگو دیں بس اسی کو عربی میں ثرید کہتے ہیں۔

تو اس کی ضد بھی دور ہو گئی اور غصہ بھی جاتا رہا اور وہ ظلم سے باز آیا۔

ایک بار ایسا ہوا کہ ایک شخص قتل کے لیے اس کے سامنے لایا گیا۔ اس وقت حجاج کھانا کھا رہا تھا۔ اس نے اس شخص سے کہا "خدا کی قسم! جب تک میں تجھے قتل نہ کر دوں، یہ کھانا نہ کھاؤں گا۔" یہ کہہ کر قتل کرنے اٹھا۔

اس شخص نے کہا "اس سے اچھی بات تو یہ ہے کہ یہ کھانا مجھے کھلا دیجئے اور مجھے قتل نہ کیجئے۔ یہ مجھ پر احسان ہوگا تو خدا کے سامنے آپ میرے قاتل بن کر نہیں بلکہ محسن بن کر (احسان کرنے والے) بن کر جائیں گے۔"

حجاج کو یہ بات بہت پسند آئی۔ اس نے کھانا کھلا دیا اور اسے چھوڑ دیا۔

اسی طرح ایک بار ایک اور باغی گرفتار ہو کر آیا۔ حجاج نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ باغی نے کہا "مجھے ایک دن کی مہلت دیجئے۔" حجاج نے پوچھا "اس سے تجھ کو کیا فائدہ ہوگا؟" اس نے جواب دیا "میں اپنے فائدہ کے لیے نہیں بلکہ آپ کے لیے مہلت مانگ رہا ہوں۔" حجاج نے پوچھا "میرے لیے مہلت کیوں مانگتا ہے؟"

باغی نے کہا "اس لیے کہ لوگ کہیں حجاج مہلت دینے میں فیاض تھا۔"

حجاج اس جواب سے خوش ہو گیا اور اسے معاف کر دیا۔ معافی ہوئی تو باغی نے کہا "سبحان اللہ! اب تو آپ معاف کرنے والے مشہور ہوں گے۔" اس پر حجاج اور بھی خوش ہوا اور اسے انعام دے کر رخصت کیا۔

خلیفہ اور امام ابو حنیفہؒ

مسئلے مسائل بتانے میں چار امام بہت مشہور ہیں۔ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ، امام

ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ، امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ۔ مسئلہ مسائل کی باتوں کو فقہ کہتے ہیں۔ اچھا ان اماموں میں امام ابوحنیفہؒ کی فقہ بہت مشہور ہے۔ امام ابوحنیفہ صاحبؒ ایک ایسے خلیفہ کے زمانے میں تھے کہ آپ اس سے خوش نہ تھے۔ اس خلیفہ کا نام تھا منصور۔

خلیفہ منصور نے امام صاحب کی شہرت سنی تھی کہ وہ بہت سمجھدار اور دیندار آدمی ہیں۔ وہ چاہتا تھا کہ امام صاحب کو ملک بھر کے قاضیوں کا افسر بنادے (جیسے آج کل چیف جسٹس ہوتے ہیں) اس نے امام صاحب کو بلایا اور کہا "میں چاہتا ہوں کہ آپ کو چیف جسٹس بنا دوں۔"

امام صاحب اس سے خفا تو تھے ہی پھر یہ بھی جانتے تھے کہ اگر انکار کرتا ہوں تو یہ خلیفہ قتل کرا دے گا۔ بولے "خلیفہ صاحب! میں قاضی ہونے کے لائق نہیں ہوں۔"

یہ جواب سن کر خلیفہ بولا "میں جانتا ہوں کہ آپ قاضی ہونے کے لائق ہیں۔ پھر کیوں جھوٹ بولتے ہیں؟"

امام صاحب نے جھٹ کہا "تو پھر میں جھوٹا ہو گیا اور جھوٹا آدمی قاضی نہیں بنایا جاسکتا۔" خلیفہ منصور امام صاحب کی یہ سمجھداری کی بات سن کر چپ ہو رہا اور امام صاحب اس کے داؤں سے نکل گئے۔

زردہ اور پلاؤ کی لڑائی

امام ابوحنیفہؒ کے ایک شاگرد تھے امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ۔ ابو یوسفؒ کے زمانے میں ہارون رشید خلیفہ تھا۔ ہارون رشید عالموں یعنی دین کا علم رکھنے والوں کی بڑی عزت کرتا تھا۔ اس نے ابو یوسف کی شہرت سنی تو انھیں قاضی القضاۃ یعنی

چیف جسٹس بنا دیا۔

ایک دن خلیفہ نے قاضی ابو یوسف رحؒ سے ہنسی ہنسی میں کہا "قاضی صاحب! دو لڑنے والے ہیں۔ جب میرے سامنے آتے ہیں تو ہر ایک کہتا ہے کہ میں اچھا۔ ایک کا نام ہے پلاؤ، دوسرے کا نام ہے زردہ۔ آپ فیصلہ فرما دیں کہ ان دونوں میں کون اچھا ہے؟"

امام صاحب سن کر مسکرائے۔ جواب دیا کہ "جب تک دونوں لڑنے والے عدالت میں حاضر نہ ہوں اور جب تک میں ان کا بیان نہ لوں تب تک فیصلہ نہیں کر سکتا۔"

خلیفہ بھی مسکرایا۔ حکم دیا کہ "پلاؤ اور زردہ لایا جائے۔" پلاؤ اور زردہ آیا۔ امام صاحب نے کھانا شروع کیا۔ کبھی پلاؤ کھاتے کبھی زردہ۔ جب آدھا چٹ کر چکے تو خلیفہ سے کہا "میں نے ایسے ضدی نہیں دیکھے۔ جب پلاؤ کا بیان لیتا ہوں تو زردہ اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے، اور جب زردے کا بیان لیتا ہوں تو پلاؤ اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے۔ میرا یہ فیصلہ ہے کہ ان دونوں لڑنے والوں کو ختم کر دوں۔"

یہ کہہ کر امام صاحب نے باورچی کو حکم دیا "دونوں کو کھا جا۔" باورچی نے خوب مزہ لے کر پلاؤ زردہ کھایا اور خلیفہ کا یہ حال کہ ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ ہوا جا رہا تھا۔ تھی بھی تو مزے کی بات۔

آدھی کھا آدھی پھینک

یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فقہ کے مانے ہوئے امام ہیں لوگ ان کے پاس جاتے اور مسئلے مسائل پوچھا کرتے، مرد بھی، عورتیں بھی۔

ایک بار ایک عورت آئی، وہ بہت گھبرائی ہوئی تھی۔ اس نے امام صاحب سے کہا "یہ دیکھیے میرے پاس ایک کھجور ہے، یہ کھجور میرے شوہر نے مجھے دی ہے اور کہا ہے

کہ اگر تو یہ کھجور کھالے گی تو تجھ کو طلاق ہے اور اگر پھینک دی تو طلاق۔ اب بتائیے میں کیا کروں؟"

امام صاحب نے اس سے کہا "آدھی کھالے، آدھی پھینک دے۔" یہ سنکر عورت خوشی خوشی اٹھی اپنے شوہر کے پاس گئی۔ اس کے سامنے آدھی کھجور کھالی اور آدھی پھینک دی۔ شوہر یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ پھر سمجھ گیا کہ اس نے امام صاحب سے ضرور پوچھا ہے، اسے بھی مزہ آگیا۔

چھینک آئے تو

مسلمانوں میں ایک بہت بڑے عالم اور امام حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ گزرے ہیں۔ اللہ تعالے نے ان کو علم بھی دیا تھا اور حکمت بھی۔ حکمت کا مطلب یہ کہ اپنی بات بڑے قاعدے کے ساتھ دوسرے تک پہنچاتے تھے۔ ایسے قاعدے سے کہ سننے والا خوش ہو جائے۔ سنیئے ان کی حکمت کی ایک بات:۔

ایک بار ایک شخص حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے پاس بیٹھا تھا۔ اسے چھینک آئی۔ مگر اس نے "الحمدللہ" نہ کہی۔ چھینک آنے پر 'الحمدللہ' کہنا سنت ہے سنت پر عمل کرنے سے ثواب ملتا ہے۔ امام صاحب نے سوچا کہ اس شخص نے اپنا ثواب کھو دیا سوچا اسے کیسے توجہ دلائیں کہ وہ الحمدللہ کہے۔ امام صاحب نے تدبیر سوچ لی۔ اس آدمی سے پوچھا "بھائی! چھینک آئے تو چھینکنے والے کو کیا کہنا چاہیے؟"

اس نے کہا "الحمدللہ"

جب اس نے الحمدللہ کہا تو امام صاحب نے وہی جواب دیا جو سنت ہے یعنی "یرحمک اللہ" (اللہ تجھ پر رحم کرے)

دیکھا آپ نے! کیسی مہذب اور مزے دار بات کی حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے۔

ایک ننگا

ہمارے بزرگوں میں ایک بزرگ تھے امام شعبی رحمتہ اللہ علیہ۔ امام شعبیؒ بہت ہی سمجھدار آدمی تھے۔ وہ غصے میں کبھی بُری بات زبان سے نہ نکالتے۔ ان کے زمانے میں حمام ہوا کرتے تھے۔ یعنی ایسے غسل خانے جہاں پانی گرم ملتا تھا۔ ان حماموں میں لوگ جاتے نہاتے اور چلے آتے۔

ایک بار امام صاحب حمام میں نہانے گئے۔ جاکر دیکھا کہ ایک آدمی ننگا نہا رہا ہے۔ ننگا ہونا بڑی بدتمیزی کی بات ہے۔ امام صاحب بڑے شرمیلے تھے۔ انھوں نے اسے ننگا دیکھا تو اپنی آنکھیں میچ لیں۔ وہ آدمی بدتمیز تھا ہی، ہنس کر بولا "امام صاحب! آپ اندھے کب سے ہو گئے؟" اس کے یہ پوچھنے پر امام صاحب کو بڑا غصّہ آیا لیکن دیکھیے غصّے میں بھی کیسا مہذب جواب دیا۔ فرمایا "جب سے خدا نے تجھے ننگا کیا۔"

جواب سن کر وہ آدمی چپ ہو کر رہ گیا۔

ع کے اوپر ایک نقطہ

آگے ہم جو مزے کی بات لکھنے جا رہے ہیں، وہ ایسی ہے کہ اس سے پہلے دو ایک باتیں ہم آپ کو سمجھا دیں تو آپ وہ بات بھی سمجھ جائیں گے اور آپ کو مزہ بھی آئے گا۔

آپ نے قاعدہ بغدادی پڑھا ہے نا! آپ نے پڑھا ہوگا کہ عین (ع) خالی، غین

(غ) کے اوپر ایک نقطہ۔ اب سنیئے عین کے معنی عربی زبان میں ہیں آنکھ۔ اچھا آنکھ میں اگر کوئی نقطہ (پھُلّی وغیرہ) پڑ جائے تو آدمی کانا کہلاتا ہے۔ سمجھ گئے یہ بات۔
اب سنیئے لطیفہ:۔

ایک تھے حضرت سعدی رحمتہ اللہ علیہ۔ وہی سعدیؒ جن کی دو کتابیں گلستاں و بوستاں بہت مشہور ہیں۔ ہم نے اپنے بچپن میں یہ کتابیں پڑھی تھیں۔ بڑی عمدہ ہیں یہ کتابیں، ان کتابوں سے حضرت سعدیؒ کا نام چاروں طرف مشہور ہو گیا اور لوگوں نے مان لیا کہ آج کل سب سے اچھے لکھنے والے چچا سعدیؒ ہیں۔

اسی زمانے میں ایک اور مشہور اور قابل آدمی تھا۔ چچا سعدیؒ کی شہرت سنی تو وہ جل گیا۔ یعنی اس کے دل میں حسد پیدا ہوا۔ اس نے دل میں ٹھان لیا کہ چل کر چچا سعدیؒ کو نیچا دکھائے گا۔ اچھا بھائی وہ قابل صاحب چچا سعدیؒ کو نیچا دکھانے چلے لیکن ان میں ایک بات تھی ان کی ایک آنکھ میں پھُلّی تھی (بڑا سا نقطہ پڑ گیا تھا) اور قابل صاحب کانے ہو گئے تھے۔

وہ شیراز کی طرف چلا، شیراز میں چچا سعدی رہتے تھے۔ پوچھتے پوچھتے حضرت سعدی رحمتہ اللہ علیہ کے گھر کے دروازے پر پہنچے، پکارا۔ سعدیؒ گھر میں تھے۔ لونڈی سے کہا "دیکھ! کون ہے؟" لونڈی دروازے پر آئی تو قابل صاحب کو دیکھا۔ اس نے قابل صاحب کی آنکھ بھی دیکھی۔ پوچھا "آپ کا کیا نام ہے؟"

قابل صاحب نے بتایا "عبداللہ"۔

بس لونڈی وہیں سے پکاری "سعدیا! ترا غبداللہ می طلبد"۔ یعنی اے سعدی! آپ کو غبداللہ بُلاتا ہے۔

لونڈی سے یہ سنا تو قابل صاحب بہت شرمائے۔ بولے "جس کی لونڈی اتنی قابل ہے وہ کتنا قابل ہو گا" اور وہیں سے لوٹ گئے۔

اس لطیفہ میں آپ کو ابھی مزہ نہ آیا ہوگا۔ اس میں مزے کی بات وہی ہے کہ عبداللہ میں پہلا حرف ع ہے نا! لونڈی نے عین پر نقطہ لگا دیا اور عبداللہ کے بدلے غبداللہ کہا یعنی عبداللہ کانا ہے۔ یہی تو لونڈی کی ذہانت تھی یعنی بہت زیادہ سمجھداری۔ بات مزے کی بھی اور ٹھیک بھی۔ دیکھا آپ نے کیسا نکتہ پیدا کیا لونڈی نے۔ نقطہ اور نکتہ میں فرق آپ سمجھے۔ نکتہ کے معنی ہیں باریک بات۔ جیسے ہم آپ کہتے ہیں دور کی کوڑی لانا۔

اس لطیفے سے ایک نصیحت بھی ملتی ہے کہ غرور اور حسد نہیں کرنا چاہیئے ورنہ ذلیل ہونا پڑتا ہے۔

حسب نسب

قرآن میں ہے کہ اللہ کے نزدیک وہ بزرگ اور شریف ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہو۔ؔ مال و دولت کم یا زیادہ ہونے سے یا گورا کالا ہونے سے یا بڑے چھوٹے خاندان میں پیدا ہونے سے کوئی نیچ یا اونچ نہیں ہوتا۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمان قرآن کا حکم بھول گئے اور اپنے مال و دولت، اپنے خاندان اور نسل پر غرور کرنے لگے اسی غرور نے آج مسلمانوں کو ذلیل کیا ہے۔ اس طرح کا ایک لطیفہ سنیئے کہ دو گھمنڈیوں کو ایک شخص نے کیسی اچھی طرح نصیحت کی۔ ہوا یہ کہ:-

ایک جگہ تین آدمی تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے۔ انھوں نے ایک دیوار پر چھوٹا سا نشان بنا دیا پھر دور کھڑے ہو کر اس نشان پر تیر مارنے لگے۔ ایک شخص نے تیر چلایا۔

ؔ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ۔ تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ شریف وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہو۔

تیر نشانے پر بیٹھا۔ وہ شخص پکار اٹھا "میں اسد اللہ کا بیٹا ہوں (یعنی اس نے یہ کہا کہ میں حضرت علی رضؓ کی اولاد سے ہوں اس لیے بہادر ہوں)

دوسرے شخص نے تیر چلایا۔ اس کا تیر بھی نشانے پر بیٹھا۔ یہ شخص بھی پکار اٹھا "میں سیف اللہ کا بیٹا ہوں (یعنی اس نے یہ غرور کیا کہ میں حضرت خالدؓ بن ولید کی اولاد سے ہوں اس لیے بہادر ہوں)

تیسرے شخص نے تیر چلایا۔ اس کا تیر بھی نشانے پر بیٹھا۔ اس نے کہا "میں اس کا بیٹا ہوں جس کو فرشتوں نے سجدہ کیا یعنی حضرت آدم کی اولاد سے ہوں

اس کی بات سن کر پہلے دونوں تیرانداز سمجھ گئے کہ اس نے ہمیں سمجھایا ہے کہ نسب پر غرور کرنا اچھا نہیں۔ اور سچی بات یہ ہے کہ اس نے بہت اچھی طرح سمجھایا۔

دولت

تیمور لنگ ایک بادشاہ ہوا ہے۔ وہ بڑا زبردست اور ظالم بادشاہ تھا۔ وہ ایک پاؤں سے لنگڑا بھی تھا۔ اس نے ہندوستان پر حملہ کیا اور ہزاروں بے گناہوں کو قتل کر ڈالا۔ ہندوستان کا بادشاہ اس سے ہار گیا۔ آخر بے چارے نے بہت ہی دب کر صلح کر لی۔

صلح کے بعد تیمور لنگ کو ہندوستانی ناچ دکھایا اور گانا سنایا گیا۔ تیمور کے سامنے ایک طوائف (رنڈی) ناچ رہی تھی۔ وہ رنڈی اندھی تھی۔ تیمور کو اس کا ناچ اور گانا پسند آیا۔ پوچھا:

"تیرا کیا نام ہے؟"

رنڈی نے بتایا "دولت !"

تیمور نے ہنس کر کہا "دولت کہیں اندھی ہوتی ہے ؟"

اندھی نے فوراً جواب دیا "حضور! دولت اندھی نہ ہوتی تو لنگڑے کے پاس کیوں آتی ؟"

تیمور اس جواب سے بہت خوش ہوا اور اس نے طوائف کو بہت کچھ انعام دیا۔

دولت کو اندھی اس لیے کہا جاتا ہے کہ جو شخص دولت پا جاتا ہے تو وہ بڑا مغرور ہو جاتا ہے، وہ من مانی کرتا ہے اور بہت سے گناہوں میں پھنس جاتا ہے۔ گویا وہ اندھا ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر اللہ کا ڈر دل میں رہے تو ایسا نہیں ہوتا۔

فہرست